Al-Mahdi Research Journal
Vol. 1, No. 1 (Jan-March 2020)

تاریخ سیرت میں الذکر الرفیع کا امتیازی مقام: ایک تجزیاتی مطالعہ

Shazia Nouren[1]

Abstract:

In the term of Islamic sciences the word Sirah was initially used for the Prophet's approach to dealing with non-Muslims and to dealing with wars or peace and treaties. Therefore, the ancient commentators, jurists, narrators and biographers have used the word Sira in the same sense. Qazi Mohammad Aala Thanawi in his famous book "Kashaf Ishtalah Al-Funun" after explaining the literal meaning of Sira has written: Is mostly used by Muslims in dealing with infidels, non-Muslim militants, Muslim rebels, apostates, responsible people, etc. Allama Ibn Hammam also wrote in Fateh-ul-Qadir that in the term of Shari'ah, "Sira" means the method to be adopted in the war with the infidels. In later periods, the term meaning of Sira also expanded. Therefore, King Abdul Aziz Muhaddith Dehlavi has defined the biography in these words: Since it is related to the existence of the Prophet and his Companions and the great family, and from the very beginning, Mr. Taghayat passed away. What is also related to Ahlul Bayt, Al-Azaam. From the blessed birth of the Holy Prophet to his departure from this world, the details of all these are called Sirah. In this article, The sirah methodology of the sirah book of Dr Shakir has been analyzed briefly.

Key words: Sirah, Hadith, methodology, style of writings, islamic culture

تمہید:

تاریخ بکھرے ہوئے چند واقعات کا مجموعہ بھی نہیں اور نہ ہی چند بڑے آدمیوں کی سوانح حیات ہے بلکہ تاریخ وسیع معنوں میں انسانوں کی مادی کشمکش کا مرقع ہے۔ تاریخ مجموعی طور پر کہیں عوام وخواص کی جنگ کی شکل میں۔۔۔ کہیں سرمایہ دار و مزدور، حاکم ومحکوم کے حقوق کے تعین کی صورت میں۔۔۔ اور کہیں چند ایسے ہمہ صفت وہمہ جہت انسانوں کے اعلیٰ کردار، معاملہ فہمی، فرض شناسی کو نمایاں کرتی نظر آتی ہے جن کے عزم وحوصلہ اور بروقت قوت فیصلہ کی وجہ سے حق کامیاب اور باطل شکست سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم وتحقیق کے میدان میں انسانی تہذیب کے ابتدائی آثار سے لیکر آج کے ترقیاتی مسائل فلسفہ تک دنیائے انسانیت تحقیق کے سہارے ہی آگے بڑھی ہے۔ مذہب کا مطالعہ اور عقیدوں کا تضاد بھی تحقیق طلب ہے اور خصوصاً فی زمانہ اس کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مفروضات اور اشتہابات سے پہلو تہی کر کے تدبر اور تفکر سے غیر جانبدارانہ محاکمہ کیا جائے۔

[1] M.phil Islamic Studies, ISP Multan Email: shazianaeemkhalil46@gmail.com

تاریخ اور مطالعہ مذہب کے باب میں دنیائے انسانیت مسلمانوں کے اس کارہائے نمایاں کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس میں کسی مذہب کے پیروکاروں نے اپنی مقدس شخصیات یا ہمہ صفت اکابرین کے مشاغل روزوشب کی حفاظت اس طرح کی ہو جس طرح مسلمانوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بلکہ ان سے معمولی تعلق رکھنے والی شخصیات کے مشاغل روزوشب کو بھی محفوظ رکھا وہ تمام لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال و اقوال، ضروریات زندگی کی اشیاء، تحریر و تدوین کے فرائض سرانجام دیتے تھے ان تمام کے اسماء اور افعال تک اسلام کی تاریخ کے اندر محفوظ ہیں حتی کہ راویان حدیث، ان تمام لوگوں کے نام، تاریخ، زندگی، اخلاق، عادات، تعلیم و تعلم، تلامذہ و اساتذہ کے ذکر کو بھی کمال دیانتداری کے ساتھ احاطہ تحریر میں لائے جن کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچتی ہے۔ان سب کے مجموعہ احوال کو "اسماء الرجال" کہتے ہیں۔

جرمن ڈاکٹر اسپرنگر مسلمانوں کے اس عظیم الشان کارنامے کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری، نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیات کا حال معلوم ہو سکتا ہے"۔

غلط فہمیاں اور افواہیں پھیلا کر دین حق کی شمع بجھا دینے کی فکر خام رکھنے والوں نے عموماً یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اسلام میں لکھنے لکھانے کا کام تابعین نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے ۱۰۰ سال بعد شروع کیا۔ اس پراپیگنڈہ کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ درج ذیل سطور میں ہم قارئین کو مختصراً بتانے کی کوشش کریں گے کہ اس کام کا آغاز عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ذریعے ہو چکا تھا۔ بعد ازاں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہی کی زندگیوں میں تابعین نے دور دراز کے مشکل ترین سفر کر کے تحقیق و تدوین کی غرض سے ان واقعات، حالات اور روایات کو ایک ایک کے دروازے پر جا کر متعلقہ لوگوں سے اس بارے تصدیق کروانے کے بعد ہمیں فراہم کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ " عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو یاد نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنتے لکھتے جاتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا" (بخاری باب کتابۃ العلم) سنن ابوداؤد اور مسند ابن حنبل میں ہے کہ بعض لوگوں نے عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی غصہ کی حالت میں ہوتے تو کبھی خوش اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو۔ عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر لکھنا چھوڑ دیا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دہن مبارکہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم لکھ لیا کرو اس سے جو نکلتا ہے حق نکلتا ہے (ابوداؤد) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس مجموعے کا نام صادقہ رکھا تھا (ابن سعد جلد دوئم) اور کہا کرتے تھے کہ میرے اندر زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جن میں سے ایک صادقہ ہے اور صادقہ وہ صحیفہ جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر لکھا ہے.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کی نیام میں پڑا رہتا تھا اس میں متعدد حدیثیں لکھی ہوئی تھیں انہوں نے لوگوں کی درخواست پر دکھایا.

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا ضحاک ابن ابوسفیان نے کھڑے ہوکر کہا مجھے معلوم ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں لکھوا کر بھیجا تھا۔

مروان نے خطبہ میں بیان کیا مکہ حرم ہے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پکارا اور مدینہ بھی حرم ہے اور یہ حکم میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اگر تم چاہو تو میں اس کو پڑھ کر سناؤں۔

اسی طرح سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں خلفائے اسلام، اسلاف صحابہؓ۔ نے قناعت نہیں کی بلکہ مساجد میں اس فن کے بڑے بڑے اماموں کے لئے علیحدہ حلقے قائم کئے الذکر الرفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبھی گوشوں پر کام صحابہ وتابعین نے شروع کئے۔ یہ سب ایسے کارہائے نمایاں ہیں جن کا اپنوں اور غیروں سب نے برملا اعتراف کیا۔ ایورنڈ باسوروتھ اسمتھ نے ۱۸۷۴ء میں لیکچر دیے، جو بعد میں کتابی شکل میں چھپے اس نے کہا" ہم مسیح کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ تعلقات، ان کے مشن کے طلوع یا یک وقت ظہور کے متعلق کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں۔ ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جتنا لیوتھر اور ملٹن کے متعلق (Muhammad& in lecture Muhammdanism (RoyelInstitutiion of great Britian

پروفیسر D.S Margoliuth نے ۱۹۰۵ء میں Heros of the Nations سیرت پر ایک زہریلی کتاب لکھی جس کے مقدمہ میں اس حقیقت کو وہ بھی نہ چھپا سکا۔

The biographers of the Prophet Muhammad form a long series it is imposible to end but which would be honourable to find place.

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسلمان اسکالرز نے لاکھوں کتابیں لکھیں اور لکھ رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ سرسید احمد خان کے خطبات احمدیہ۔۔۔ مولانا حالی کے "مولودنامے" کے علاوہ "معراج نامے"، "شمائل نامے"، "نورنامے" تحریر ہوئے۔۔۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب علمائے اسلام کو کالے پانی کی سزائیں دی جارہی تھیں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار کا سلسلہ تب بھی نہ تھم سکا۔۔۔ مفتی محمد عنایت کاکوری نے ایام اسیری میں سیرت پر بہترین کتاب "تواریخ حبیب الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھی۔۔۔ برصغیر کے غیر مسلم بھی سیرت نگاری میں پیچھے نہ رہے۔ لکشمن پرشاد کی کتاب "عرب کا چاند"۔۔۔ پنڈت سندر لال کی کتاب "حضرت محمد اور اسلام"۔۔۔ شردھے پرکاش کی کتاب "حضرت محمد صاحب"۔۔۔ جے ایس دارا کی تصنیف "رسول عربی" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔۔۔ اسی دوران مسلم مفکرین کی تصانیف سیرت سامنے آئیں جنہیں عوامی سطح پر زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔۔۔ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی پانچ جلدوں پر مشتمل مشترکہ کتاب "سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" عوام وخواص میں مقبول ہوئی۔۔۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی "نشتر الطیب"۔۔۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی "مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔۔۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی "سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔۔۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی"۔۔۔ مفتی محمد شفیع کی "آداب النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔۔۔ پیر کرم شاہ الازہری کی "ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔۔۔ حکیم سعید کی "دانائے سبل"۔۔۔ صفی الرحمن مبارکپوری کی "رحیق المختوم" نے سیرت نگاری کی تاریخ وروایت کو عالمانہ شان کے ساتھ آگے بڑھایا۔

۲۰ ویں صدی کی آخری دہائیوں اور اکیسویں صدی کا آغاز عظیم الشان تجربات سے ہوا۔ جہاں Informations کا ہر سطح پر Explosion ہو رہا ہو۔۔۔ سرحدوں کے خاتمے کی باتیں ہو رہی ہوں۔۔۔ دل والے گلے مل رہے ہوں۔۔۔ جنگ کے شعلے دبا کر امن کی راہیں ہموار ہو رہی ہوں۔۔۔ نئی جستجو نے آسمان پر کمند ڈالی ہو۔۔۔ خلاؤں میں مستور سورج تلاش کئے جا رہے ہوں۔۔۔ دور جدید کا تعلیم یافتہ طبقہ روشن خیال بن چکا ہو۔۔۔ عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محض مذہبی جنوں سے تعبیر کیا جا رہا ہو۔۔۔ نام نہاد روشن خیال، مغربی مفکرین کی دریوزہ گری تو گوارہ کر لی جائے مگر الذکر الرفیع کو بطور نمونہ، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت پرانی باتیں، اندھی تقلید قرار پائے۔۔۔ نام نہاد دینی قوتیں مفادات کے حصول کے لئے شعوری یالاشعوری طور پر "مخالف کیمپ" کا حصہ بن چکی ہوں۔۔۔ اس دور زوال اور ذہنی پستی کے ماحول میں اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے عالمگیر سطح پر عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نغمے الاپنا، فکر قرآن اور تعلیمات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈنکے بجانا ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے۔ قدرت نے یہ توفیق ڈاکٹر محمد صدیق شاکر کو عطا کی ہے۔

انفرادیت

سیرت کا اسلوب کیا ہونا چاہئے؟ کیا فقط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے فکری وعملی اور تعلیماتی ونظریاتی گوشوں کو اجاگر کرنے سے بیان سیرت کا حق ادا ہو جائے گا؟

اس کے جواب میں آپ رقمطراز ہیں "میرے خیال میں اس بیان سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقصود کا نصف آخر پورا ہوتا ہے نصف اول ترک ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کر لینے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے عشق ومحبت کا والہانہ پن اور قلبی وروحی تعلق کی وارفتگی جس سے آنکھیں نمناک اور دل غمناک ہوں پیدا نہیں ہو سکتا۔

الذکر الرفیع کی دوسری کتب سیرت سے ایک انفرادیت یہ ہے کہ سابقہ ارباب سیر نے آغاز ہی سیرت سے کیا ہے اس بات پر روشنی نہیں ڈالی کہ سیرت کیا ہے اور کیسے بنتی ہے؟ ڈاکٹر صاحب کی الذکر الرفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتیازی مقام ہے کہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب مقدمہ کے عوان سے ہے جس میں ایسے موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ نے "ابتدائیہ" رفع الذکر کے بارے میں مفسرین عظام کی توجیحات کو اجاگر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ الذکر الرفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے آپ نے ایک ایسا ہمہ جہت تصور متعارف کرایا ہے جو کہ بیک وقت نظروں اور عقلوں کو بھی مطمئن کر سکے اور دلوں اور روحوں کی بستی کو بھی سیراب کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے قلبی محبت ووجدانی اتصال اور روحانی عشق کی نسبت پیدا کرنے کو تکمیل ایمان وعرفان اور ادائیگی تقاضائے دین کے لئے ضروری قرار دیا۔

الذکر الرفیع میں جہاں آپ نے مغربی مفکرین کے پراپیگنڈہ کا مورخانہ بصیرت سے جائزہ لیا وہیں بعض واقعات میں مسلم اسکالرز کے نقطہ نظر کا شرح وبسط سے ذکر کیا۔ واقعہ غرانیق کو فسانہ غرانیق قرار دیا۔ مصری اسکالر محمد حسین ہیکل کے نقطہ نظر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس من گھڑت واقعہ کو بے بنیاد آرا کے اغلاط نامے سے تعبیر کیا ہے۔ فسانہ غرانیق کو ذہنی الجھاؤ کی کرشمہ سازی قرار دیا اور لکھا کہ یہ سازش ایک بھیانک فتنے کا حرف آغاز ہے، اس لئے فسانہ غرانیق کو بیک جنبش قلمزد کر دینا نہ صرف ایمان کا بنیادی تقاضا ہے بلکہ فتنہ وشر کے جڑ سے اکھاڑ دینے کے بھی مترادف ہے۔

اس طرح آپ نے حقائق وشواہد سے ثابت کیا ہے کہ ہجرت فرار نہیں قرار کا نام ہے لکھتے ہیں کہ ہتھیار ڈال کے بھاگنے والے دنیا کی امامت کی نہیں کیا کرتے اور نہ ہی ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد رکھا کرتے ہیں۔

الذکر الرفیع کی ہر ہر سطر ادبی شان لئے ہوئے ہے آپ کی یہ تصنیف آپ کے دلکش اسلوب، طرز استدلال اور علمی وجاہت کا مظہر ہے۔۔۔ الفاظ کا چناؤ آپ کی عالمانہ شان کا گواہ ہے۔۔۔ اہل محبت کی اضطراری کیفیات کو اپنے دل کی دھڑکنوں میں سمو کر قرطاس و قلم کے سپرد کیا گیا ہے۔۔۔ الذکر الرفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم و دانش، عوام و خواص، اہل محبت وعقیدت کی علمی پیاس بجھانے کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ شیخ الاسلام سے زیادہ اس راز کو کون جانتا ہے کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں بہاریں تب ہی جوبن پر آسکتی ہیں جب آج کے پریشان حال نوجوان اپنے سینے سے عشق و محبت کے وہی تیر پھر پار کریں جن سے ابو بکر رضی اللہ عنھم و عمر رضی اللہ عنھم، بلال رضی اللہ عنھم و ابوذر رضی اللہ عنھم نے اپنے دل چھلنی کئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم کی طرح یہ سوزش عشق نہ ہو گی تو معرکہ ہائے بدر و حنین بھی برپا نہ ہو سکیں گے اور نہ راتوں میں شب زندہ دار اپنے نالہ نیم شبی سے قدسیان فلک کو محو رشک کر سکیں گے۔

سیرت کے حوالے سے دنیا میں اتنی کتب لکھی جا چکی ہیں کہ اس میں اضافے کی ضرورت تو میسر نہ ہو اور نئی کتاب کا اضافہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف تھا مگر ڈاکٹر محمد صدیق شاکر نے مذکورہ بالا تمام سیرت نگاروں کے برعکس ایک منفرد اسلوب اختیار کیا۔ آپ کا کمال اور انفرادیت دیکھیں آپ نے پوری سیرت سے متعلق اکثر واقعات، روایات اور آیات کو اپنے متعین کردہ موضوع 'الذکر الرفیع" کے پیرائے میں نا صرف بیان کیا بلکہ نبی کریم ﷺ کی رفعت ذکر کو ثابت بھی کیا۔ مثلاً

ڈاکٹر صاحب جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۵۷ پر عنوان قائم کرتے ہیں نصرت بالرعب اور اس کے تحت لکھتے ہیں[۲]:

رعب، دہشت، ہیبت، دبدبہ اور جاہ و جلال کو کہتے ہیں۔ اور نصرت بالرعب کا مطلب ہے، دبدبہ، اور جاہ و جلال عطا کر کے مددگار بننا۔ یہاں مدد سے مراد اللہ کی مدد ہے جو وہ اپنے نیک بندوں کی پردہ غیب سے فرماتا ہے وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

---

[۲] الذکر الرفیع، ص، ۱/۱۵۷

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلاً إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاؤُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ۔[۳]

اور درحقیقت ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے (تکذیب کرنے والے) مجرموں سے بدلہ لے لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر تھا (اور ہے)

اسی طرح انبیاء کرام کو مدد بہم پہنچانے کے بارے میں فرمایا:

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا۔[٤]

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنے رسولوں کی ضرور مدد کرتے ہیں۔

آپ ﷺ بھی اللہ کے رسول تھے اور آخری رسول تھے۔ اس لئے ان کی مدد بھی ذی شان طریقے سے فرمائی گئی۔ اس بارے میں آنحضور ﷺ کا ایک ارشاد ہے فرمایا:

أُعطِيتُ خمسًا لم يُعطَهن أحدٌ قبلي: نُصِرتُ بالرعب مسيرة شهر، وجُعِلت لي الأرض مسجدًا وطَهورًا، فأيُّما رجل أدركَتْه الصلاة فليُصلِّ۔[٥]

مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ ابھی ایک ماہ کی مسافت باقی ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنادی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ یہ وہی منصبی رعب تھا کہ جس کی وجہ سے پورے عرب پر آپ کی دھاک بیٹھ گئی۔ قیصر و کسریٰ آپ ﷺ کے نام سے ہیبت کھاتے تھے والئی یمن کا سفیر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

ما كلمت رجلاً قط اهيب عندی منه۔[٦]

میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اتنے جاہ و جلال کے ساتھ نہیں دیکھا۔

---

[۳] الروم، ۳۰: ۴۷

[۴] المؤمن، ۴۰: ۵۱

[۵] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، ۱۲۸، رقم الحدیث، ۳۲۸

[۶] الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲/ ۱۳۴

اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس سے بھی ڈاکٹر صاحب نے نبی کریم ﷺ کی فضیلت اور رفعت ذکر کا استنباط کیا ہے اور یہ ڈاکٹر صاحب کی ایک انفرادیت ہے۔

موضوع ایک جس شخصیت پر کام کیا گیا ہے وہ بھی ایک مگر ہر سیرت نگار کا اپنا اپنا اسلوب اور انداز بیاں اس کی تحریروں کو دوسرے سے منفرد بناتی ہیں۔

ایک اور جگہ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں[۷] کہ:

فرش جمع ہے فراش کی۔ جس کے معنیٰ بچھونے کے ہوتے ہیں اسی لئے زمین کو بھی بچھونا یعنی فراش کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً۔[۸]

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

فراش یعنی زمین کو اچھی طرح بچھا دیا۔ اس طرح کہ وہ سکونت کے قابل ہو گئی۔ اسے ابھرا ہوا ناہموار بنایا کہ اس پر سکونت ناممکن ہو جائے۔

یہ سطح زمین کی یعنی ارض دنیا کی بات ہے۔ آسمانوں میں جنت و بہشت کی زمین کی تو بات ہی اور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ۔[۹]

اور بکثرت پھلوں اور میووں میں (لطف اندوز ہوں گے)۔ جو نہ (کبھی) ختم ہوں گے اور نہ اُن (کے کھانے) کی ممانعت ہو گی۔ اور (وہ) اونچے (پر شکوہ) فرشوں پر (قیام پذیر) ہوں گے۔

یہاں لفظ مرفوعہ سے فرش کی عمدگی اور نفاست کا اظہار مقصود ہے۔ دراصل ' وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ سے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ وہ بڑے نفیس اور عمدہ ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ وہ اونچی اور اعلیٰ بلند جگہوں پر بچھے ہوں گے۔

اس اقتباس سے بھی ڈاکٹر صاحب کی کتاب کی انفرادیت ثابت ہوتی ہے کہ جس اختصاص اور اسلوب کو ڈاکٹر صاحب نے آغاز کتاب سے اختیار کیا تھا اختتام کتاب تک اسے لے کر چلتے ہیں۔ اکثر مصنفین کی کتب کو دیکھا گیا ہے کہ ان کا طرز تحریر میں وہ بہاؤ نہیں رہتا جو کہ آغاز میں ملتا ہے آخر میں جا کر ان کے دلائل اور قوت استنباط جواب دے جاتی ہے یا پھر اس میں کمزوری اور نقص پیدا ہو جاتا ہے

[۷]الذکر الرفیع، ص، ۱/۲۱۱

[۸]البقرہ، ۲: ۲۲

[۹]الواقعہ، ۵۶: ۳۲-۳۴

مگر قربان جائیں ڈاکٹر صاحب پر کہ اپنی روانی، قوت بیانی اور استنباط و استدلال کے جوہر کی انفرادیت کو کتاب کی دونوں جلدوں میں آغاز سے اختتام تک لے کر چلتے ہیں۔

جامعیت اور حسن امتزاج

الفاظ کے سمندر کو کوزے میں بند کر دینا اور اسلوب نگارش سے بیان کرنا کہ ایک لفظ اپنے اندر کئی معنیٰ اور مفاہیم رکھتا ہو، جامعیت کلام کہلاتا ہے اور حسن بیان اور حسن امتزاج سے مراد ہے کہ کلام کو کس قدر حسین پیرائے میں ادا اور استعمال میں لایا گیا ہے۔ جو لفظ جہاں استعمال کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس لفظ کے علاوہ دوسرا لفظ اس کی جگہ لینے سے عاری اور بانجھ دکھائی دے۔

یہ خوبہ ڈاکٹر صدیق صاحب کی کتاب سیرت " الذکر الرفیع" میں بدرہ اتم موجود ہے۔ وضع وزر اور "لک" کی بحث کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔[۱۰]

وضع، یضع، وضعاً و موضعاً کے معنیٰ دور رکھنے کے اور دور کرنے کے ہیں۔ وزرً بوجھ اور وزن کو کہتے ہیں۔" وضع الوزر" کے لغوی معنیٰ بوجھ ہلکا کرنے کے ہیں۔ جوجھ سے بعض مفسرین نے گناہوں کا بوجھ مراد لیا ہے۔ مثلاً امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں

قولہ تعالیٰ: ووضعنا عنک وزرک 'ای ما کنت فیه من امر الجاهلیة فاعفیت بما خصصت به عن تعاطی ما کان علیه قومک۔[۱۱]

اللہ تعالیٰ کے ارشاد و وضعنا عنک وزرک کا مطلب ہے۔ کہ آپ ﷺ سے زمانہ زمانہ قبل از اسلام جاہلی معاشرہ کے رواج کے مطابق جو لغزشیں ہوئیں وہ معاف کر دی گئیں۔

لیکن یہ کچھ قرین قیاس نہیں۔ بوجھ سے مراد اگر نبوت کی زمہ داریوں کا بوجھ مراد لیا جائے تو وہ زیادہ موزوں اور پر حکمت ہوگا۔ نبوت اور رسالت ایک عظیم اور گراں قدر منصب ہے جس سے آپ ﷺ کو سرفراز فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بڑے فکر مند رہتے تھے۔ جس کا پتہ اس ارشاد گرامی سے چلتا ہے فرمایا:

مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ۔ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ۔[۱۲]

(اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لئے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ مگر (اسے) اس شخص کے لئے نصیحت (بنا کر اتارا) ہے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے۔

---

[۱۰]الذکر الرفیع، ص، ۱/۲۵۱

[۱۱]امام راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، ص، ۳۴۵

[۱۲]طہ ۲۰: ۲-۳

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس فکر کو، جو نبوت کے ابلاغ کے سلسلے میں، آپ ﷺ کے دامن گیر تھی، یوں آسان فرمایا کہ آپ ﷺ کے سینے کو اس کے لئے کشادہ فرمادیا۔ حوصلہ ہمت عطا کی۔ اطمینان قلب کی دولت سے نوازا۔ عزم راسخ اور اولوالعزمی جیسے اوصاف سے متصف کیا جس سے آپ ﷺ کے لئے حق کی راہیں کشادہ ہو گئیں۔ وہ کام جو بڑا ادق اور نہایت مشکل نظر آرہا تھا وہ روز بروز آسان اور سہل ہوتا گیا۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے تمام منازل آسان ہو گئیں۔ اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ۔ ٱلَّذِيٓ أَنقَضَ ظَهۡرَكَ

اور ہم نے آپ کا (غمِ امت کا وہ) بار آپ سے اتار دیا۔ جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا۔

یہاں اگرچہ لک نہیں عنک ہے لیکن یہ عنک بھی لک کی طرح شرف واختصاص کے اظہار کے لئے آیا ہے۔

اب اس ساری عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں کس قدر جامعیت اور حسن بیان ہے۔

جان لینا چاہئے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوِ مرتبت، رُوحانی کمالات وخصائص اور باطنی فضائل و محامد کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل حسن وجمال بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندۂ جاوید معجزہ ہے، جس کا تذکرہ کم وبیش سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کو جاننے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صوتِ طیبہ کا ایک تحریری مرقع دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ سیرت کے ساتھ صورت سے بھی پیار پیدا ہو۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت بھی ہے کہ صورت، سیرت کی عکاس ہوتی ہے اور ظاہر سے باطن کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کیونکہ اِنسان کا چہرہ اُس کے مَن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پہلی نظر ہمیشہ کسی شخصیت کے چہرے پر پڑتی ہے، اُس کے بعد سیرت و کردار کو جاننے کی خواہش دِل میں جنم لیتی ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے اَحوال و فضائل اس نقطۂ نظر سے معلوم کرنے سے پہلے یہ جاننے کی خواہش فطری طور پر پیدا ہوتی ہے کہ اُس مبارک ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا، قد و قامت اور شکل وصورت کیسی تھی، جس کے فیضانِ نظر سے تہذیب وتمدّن سے ناآشنا خطہ ایک مختصر سے عرصے میں رشکِ ماہ واَنجم بن گیا، جس کی تعلیمات اور سیرت و کردار کی روشنی نے جاہلیت اور توّہم پرستی کے تمام تیرہ و تار پردے چاک کر دیئے، اور جس کے حیات آفریں پیغام نے چہار دانگِ عالم کی کایا پلٹ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی نے اُس عبدِ کامل اور فخرِ نوعِ اِنسانی کی ذاتِ اَقدس کو جملہ اَوصافِ سیرت سے مالا مال کر دینے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو ظاہری حُسن کا وہ لازوال جوہر عطا کر دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت ہی کا ایک باب بن گیا تھا۔ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سراپا کا ایک لفظی مرقع صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی مرتبہ دور سے دیکھتا تو مبہوت ہو جاتا اور قریب سے دیکھتا تو مسحور ہو جاتا۔[۱۳]

---

[۱۳]الذکر الرفیع، ص،۱/ ۲۵۲

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور مقرب نبی ہیں، اِس لئے باری تعالیٰ نے اَنبیائے سابقین کے جملہ شمائل وخصائص اور محامد ومحاسن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس میں اِس طرح جمع فرما دیئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکملیت واجملیت کا معیارِ آخر قرار پائے۔ اِس لحاظ سے حسن وجمال کا معیارِ آخر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس شانِ جامعیت و کاملیت کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ.[14]

"(یہی) وہ لوگ (پیغمبرانِ خدا) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس (اے رسولِ آخرالزماں!) آپ اُن کے (فضیلت والے سب) طریقوں (کو اپنی سیرت میں جمع کر کے اُن) کی پیروی کریں (تاکہ آپ کی ذات میں اُن تمام انبیاء ورُسل کے فضائل و کمالات یکجا ہو جائیں)۔"

آیتِ مبارکہ میں ہدایت سے مُراد انبیائے سابقہ کے شرعی اَحکام نہیں کیونکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی منسوخ ہو چکے ہیں، بلکہ اِس سے مُراد وہ اَخلاقِ کریمانہ اور کمالاتِ پیغمبرانہ ہیں جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ کمالات واِمتیازات جو دِیگر انبیاء علیھم السلام کی شخصیات میں فرداً فرداً موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ سارے کے سارے جمع کر دیئے گئے اور اِس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ کمالاتِ نبوّت کے جامع قرار پا گئے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات حسن وکمال کا سرچشمہ ہے۔ کائناتِ حُسن کا ہر ہر ذرّہ دہلیزِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ سا بھکاری ہے۔ چمنِ دہر کی تمام رعنائیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دم قدم سے ہیں۔ ربِ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ جمالِ بے مثال عطا فرمایا کہ اگر اُس کا ظہورِ کامل ہو جاتا تو اِنسانی آنکھ اُس کے جلووں کی تاب نہ لاسکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ حسن وجمال کو نہایت ہی خوبصورت اَنداز میں بیان کیا ہے۔[15]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأيتُ رسول الله صلي الله عليه و آله و سلم في ليلة إضحيان، فجعلت أنظر إلي رسول الله صلي الله عليه و آله و سلم و إلي القمر، و عليه حلة حمراء، فإذا هو عندي أحسن من القمر.[16]

"ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور اِدھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہا کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر،

---

[۱۴]الانعام، ۶ : ۹۰

[۱۵]الذکر الرفیع، ص، ۱/ ۳۱۴

[۱۶]ترمذي، الجامع الصحیح، ۵ : ۱۱۸، ابواب الآدب، رقم: ۲۸۱۱

پس میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔”

حضرت براء بن عازب صفرماتے ہیں:

ما رأیتُ من ذي لمة أحسن في حلّة حمراء من رسول اﷲ صلي اﷲ عليه و آله وسلم. [17]

“میں نے کوئی زلفوں والا شخص سرخ جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔”

۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا:

أکان وجه رسول اﷲ صلي اﷲ عليه و آله وسلم مثل السيف؟

“کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟”

تواُنہوں نے کہا:

لا، بل مثل القمر. [18]

"نہیں”، بلکہ مثلِ ماہتاب تھا"۔

کسی آنکھ میں مشاہدۂ حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاب نہ تھی

ب کائنات نے وہ آنکھ تخلیق ہی نہیں کی جو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا مکمل طور پر مشاہدہ کر سکے۔اَنوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے پردوں میں رکھا گیا کہ اِنسانی آنکھ جلالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاب ہی نہیں لا سکتی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی حسن و جمال مخلوق سے مخفی رکھا۔[19]

اِمام زرقانی نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

لم يظهر لنا تمام حسنه صلی الله عليه و آله وسلم، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته صلی الله عليه و آله وسلم.[20]

“حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوؤں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔”

---

[17]مسلم، الصحیح، ۴ : ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷

[18]ترمذي، الجامع الصحیح، ۵ : ۵۹۸، أبواب المناقب، رقم: ۳۶۳۶

[19]الذکر الرفیع، ص، ۱/ ۳۲۴

[20]زرقاني، شرح المواھب اللدنیہ، ۵ : ۲۴۱

سر خیلِ قافلۂ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اُس عاشقِ زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وِصال کے بعد اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وِصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن 'قرن' پہنچے اور اُنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنھم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دِیدار بھی کیا ہے؟ اُنہوں نے اِثبات میں جواب دِیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَیَا مِن رسول اللہ صلي الله عليه و آله و سلم لاَّ ظِلَّه.[21]

تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا محض پر تو دیکھا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال بعض الصوفية: أكثر الناس عرفوا الله عز و جل و ما عرفوا رسول الله صلي الله عليه و آله و سلم، لأنّ حجبَ البشريّة غطتْ أبصارَهم.[22]

"بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ ربّ العزت کا عرفان تو حاصل کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرفان اُنہیں حاصل نہ ہو سکا اِس لئے کہ بشریت کے حجاب نے اُن کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔"

حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردوں میں مستور فرمایا، اِسی طرح آپ اکے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو

---

[21] نبھانی، جواھر البحار، ۳: ٦٧

[22] ملاعلي قاري، جمع الوسائل، ۱: ۱۰

کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے[۲۳]۔ امر واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه صلي الله عليه و آله و سلم فإنما وصفه علي سبيل التمثيل و إلا فلا يعلم أحد حقيقة وصفه إلا خالقه.[۲۴]

’’جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصاف بیان کئے بطور تمثیل ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔‘‘

امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كانت صفاته صلي الله عليه و آله و سلم الظاهرة لا تدرک حقائقها.[۲۵]

’’حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ ظاہرہ کے حقائق کا اِدراک بھی ممکن نہیں۔

۳۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبيهات الواردة في حقه عليه الصلوة و السلام إنما هي علي سبيل التقريب و التمثيل و إلا فذاته أعلي.[۲۶]

’’اَسلاف نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطورِ تمثیل ہے، ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور مقام اُس سے بہت بلند ہے۔‘‘

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مرادر تکلم دراَحوال وصفاتِ ذاتِ شریفِ وی و تحقیق آں حرجے تمام است کہ آں متشابہ ترین متشابہات است نزدِ من کہ تاویلِ آں ہیچ کس جُز خدا نداند و ہر کسے ہر چہ گوید بر قدر و اندازۂ فہم و دانش گوید و اُو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از فہم و دانشِ تمام عالم بر تر است.[۲۷]

---

[۲۳]الذکر الرفیع، ص، ۱/ ۳۲۳

[۲۴]بیجوری، المواهب اللدنيه علي الشمائل المحمديه: ۱۹

[۲۵]حلبی، السيرة الحلبيه، ۳: ۴۳۴

[۲۶]قسطلاني، المواهب اللدنيه، ۱: ۲۴۹

[۲۷]محدث دهلوي، شرح فتوح الغيب : ۳۴۰

"میں نے حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین تشابہات میں سے ہیں کہ اُن کی حقیقت پروردگارِ عالم کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف بیان کی اُس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تمام اہلِ عالم کی فہم و دانش سے بالا ہے"۔

حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے اِیمان

اَقلیمِ رسالت کے تاجدار حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسندِ محبوبیت پر یکتا و تنہا جلوہ اَفروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن بھی حسنِ بے مثال کا مرقع اور ظاہر بھی اَنوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطۂ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِبتدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا اِیمان و اِیقان کا بنیادی جزو ہے۔ کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعتبار صورت و سیرت اِس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے اَفضل و اَکمل تسلیم نہ کر لے۔[۲۸]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإيمان به إعتقادٌ أنه لم يجتمع في بَدَنِ آدمي من المحاسن الظاهرة الدالة علي محاسنه الباطنة، ما اجتمع في بَدَ نه عليه الصلوة و السلام.[۲۹]

"کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ اِعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وُجودِ اَقدس میں ظاہری و باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔"

حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان

ڈاکٹر صاحب کی کتاب " الذکر الرفیع" حسن بیان کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے۔ جب وہ لکھتے ہیں"

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردوں میں مستور فرمایا، اِسی طرح آپ اکے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو

---

[۲۸]الذکر الرفیع، ص، ۱/ ۳۲۴

[۲۹]ملاعلي قاري، جمع الوسائل، ۱ : ۱۰

کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے[۳۰]۔ امر واقعہ یہ ہے کہ رسلِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

ا۔ امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه صلي الله عليه و آله وسلم فإنما وصفه علي سبيل التمثيل وإلا فلا يعلم أحد حقيقة وصفه إلا خالقه.[۳۱]

"جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصاف بیان کئے بطور تمثیل ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔"

ہر ایک بات کو اس کی اہمیت کے پیش نظر مدلل بنانے کے لئے ہی اس کے بیان پر زور دیا ہے۔

غرض یہ کہ ڈاکٹر صاحب کا کلام اور تحریر جامعیت اور حسن بیان وامتزاج کا حسین مرقع نظر آتا ہے۔

---

[۳۰]الذکر الرفیع، ص، ۱/۴۸۶

[۳۱]البیجوري، المواهب اللدنیه علي الشمائل المحمدیه: ۱۹